



## سوال

(232) انشورنس

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کاد دعویٰ ہے کہ ہم رقم کو بزنس میں لگاتے ہیں اور منافع یا نقصان سرمایہ لگانے والوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ہم بینک یا دوسری سیونگ سیکھوں کی طرح E.F.U ایک انشورنس کمپنی منافع کی شرح فیکس نہیں کرتے، اس کے متعلق واضح کریں کہ ایسی کمپنی میں سرمایہ کاری کرنا شرعاً درست ہے؟

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

انشورنس جسے بیمہ کہا جاتا ہے ایک جدید کاروباری معاملہ ہے جس کا اسلامی فقہ کے ابتدائی دور میں کوئی وجود نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے جن ماہرین علم نے اس پر بحث کی ہے ان کی آراء مختلف ہیں۔ بعض اس کے جائز ہونے کی طرف رجحان رکھتے ہیں جبکہ بعض دور رس اور باریک بین حضرات نے اس کے برعکس اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، لہذا اس کے متعلق شرعی حکم معلوم کرنے سے پہلے اس معاملہ کی اصل حقیقت جاننا انتہائی ضروری ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیمہ نظریہ کے اعتبار سے باہمی تعاون اور امداد محض پر قائم ہے۔ نظریہ کی حد تک یہ ایک ایسا امر ہے جس میں شریعت نے بھی ابھارا ہے۔ دین اسلام نے ہمیں باہمی تعاون، ایک دوسرے کی مدد، ایثار اور قربانی دینے کی ترغیب دی ہے، جس کی عملی صورت معاملات، عطیات اور صدقات و خیرات ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے جہاں اغراض و مقاصد بیان کئے ہیں وہاں ان ذرائع و وسائل کو بھی بیان کیا ہے جو ان مقاصد کے حصول کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ بیمہ نظریہ اور نظام کے اعتبار سے تو تعاون محض پر قائم تھا لیکن عملی طور پر جو ذرائع استعمال کئے گئے ہیں وہ اس نظریہ کی نفی کرتے ہیں، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا دراصل امداد باہمی پر مبنی یہ نظام جب یہودیانہ ذہنیت کی بھینٹ چڑھا تو اسے پہلے تو کاروباری شکل دے دی گئی، پھر سود، دھوکہ اور جوئے جیسے بدترین عوامل و عناصر کو اس میں شامل کر کے اس پر سے تعاون محض کی بھجپ کو اٹا دیا گیا یہ بیمہ اشخاص اور کمپنی کے درمیان ایک خاص عقد کا نام ہے جس میں افراد اور کمپنیوں کے درمیان مندرجہ ذیل امور طے پاتے ہیں

1- طالب بیمہ ایک معینہ مدت تک بالاقساط ادا کرتا ہے اس کے عوض بیمہ کمپنیاں اسے خطرات سے تحفظ اور گراں قدر سالانہ منافع پیش کرتی ہیں۔

2- یہ کمپنیاں اپنی صوابدید کے مطابق جہاں چاہیں اس رقم کو صرف کریں۔ طالب بیمہ اس سے قطعی طور پر لائق ہوتا ہے۔ یہ رقم جائز و ناجائز کاموں پر صرف کی جاتی ہے جیسے عمارت کی تعمیر اور بھاری شرح سود پر آگے بڑی کمپنیوں کو قرض دینا وغیرہ۔

3- طالب بیمہ اگر معینہ مدت تک زندہ رہے اور پوری رقم بالاقساط ادا کر دے تو وہ کمپنی سے ادا کردہ رقم سے زائد وصول کرنے کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اگر اس مدت سے پہلے مر جائے

تو اس کی طرف سے نامزد شخص زربیمہ کا مستحق ہوتا ہے۔

4- اگر طالب بیمہ معینہ مدت سے پہلے اپنی اقساط بند کر کے معاہدہ بیمہ کو ختم کرنا چاہے تو جمع شدہ رقم کپنی ضبط کر لیتی ہے۔

بیمہ کی تعریف مختصر طور پر یوں کی جاسکتی ہے کہ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے تحفظ دھندہ، یعنی بیمہ کپنی پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو جس نے بیمہ پالیسی خریدی ہے حادثہ یا نقصان پہنچنے کی صورت میں ایک مخصوص رقم ادا کرے۔ اس تعریف سے بیمہ کے تین عناصر کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہیں :

1- بیمہ کی قسط 2- خطرہ 3- بیمہ کی رقم

خطرہ سے مراد امکانی حادثہ ہے جو مستقبل میں کسی وقت بھی پیش آسکتا ہے یہ خطرہ اور حادثہ ہی اس کاروبار بیمہ میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے اور باقی دوسرے عناصر کے لئے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کاروبار کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ معاہدہ کی رو سے فریقین ذمہ دار بن جاتے ہیں اس میں ایک فریق خطرات سے تحفظ فراہم کرنے والا ہے اور دوسرا وہ جسے تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ جسے طالب بیمہ کہتے ہیں اس کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ اقساط بیمہ کی ادائیگی کا بروقت بندوبست کرے، یہ ذمہ داری معاہدہ کی تکمیل کے وقت ہی شروع ہو جاتی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بیمہ کپنی کی ذمہ داری غیر یقینی اور احتمالی ہوتی ہے کیونکہ اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حادثہ پیش آنے کی صورت میں بیمہ کی رقم ادا کرے، اس ذمہ داری کے وجود کا تصور اس کے بغیر ممکن ہی نہیں کہ کوئی حادثہ پیش آئے، اس وجہ سے دھوکہ اور احتمال اس کاروبار کا بنیادی رکن اور لازمی عنصر ہے کیونکہ بیمہ کا کاروبار اس کے بغیر ناممکن ہے اور یہ دھوکہ اپنی نوعیت اور قسم کے لحاظ سے انتہائی سنگین ہے۔ کیونکہ حصول معاوضہ کے سلسلہ میں اس کی مقدار اور اس کی مدت کے بارے میں پایا جاتا ہے جبکہ شریعت نے کاروباری معاملات میں دھوکہ کی معمولی قسم کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ دھوکے کو عربی زبان میں ”غرر“ کہتے ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ ”وہ غیر طبعی، غیر معمولی اور غیر یقینی صورت حال جس کے پیش نظر کسی معاملہ یا لین دین کے ضروری پہلو متعین نہ کئے جاسکیں اور فریقین آخر وقت تک اس معاملہ میں غیر یقینی کا شکار رہیں کہ ان کے معاملہ کی اصل صورت بالآخر کیا ہوگی۔“ غرر کی متعدد تعریفات سے اس کے جو اہم عناصر سامنے آئے ہیں، وہ شک و شبہ، غیر یقینی کیفیت اور معاملہ کے بنیادی اجزاء کا غیر معلوم اور غیر معین ہونا ہے۔ جس معاملہ میں یہ عناصر پائے جائیں وہ معاملہ بنی دھوکہ سمجھا جائے گا اور شریعت میں ایسا معاملہ ناجائز اور حرام ہے۔ ہم اس مقام پر یہ وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ بیمہ کے متعلق محل اختلاف اس کا نظریہ اور نظام ہرگز نہیں ہے بلکہ محل اختلاف وہ طریق کار اور ذریعہ ہے جو اس کے نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے طریق کار کے پیش نظر کاروبار غیر یقینی اور سنگین دھوکے والا معاملہ ہے۔ اس کے غیر یقینی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس میں فریقین میں سے ہر ایک کو معاہدہ کی تکمیل کے وقت معاوضہ کی اس مقدار کا علم نہیں ہوتا جو وہ ادا کرے گا یا وصول کرے گا۔ اس لئے کہ وہ تو اس خطرہ کے وقوع یا عدم وقوع پر موقوف ہوتا ہے جس سے تحفظ دیا گیا ہے اور یہ بات اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ حادثہ پیش آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کب آئے گا؟ بعض اوقات طالب بیمہ ایک ہی قسط ادا کرنے کے بعد حادثے سے دوچار ہو جاتا ہے اور رقم بیمہ کا حقدار بن جاتا ہے جبکہ بعض اوقات پوری اقساط ادا کرنے کے باوجود حادثہ پیش نہیں آتا، اس طرح تحفظ فراہم کرنے والی بیمہ کپنی کو معاہدہ کے وقت علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا وصول کرے گی اور کیا ادا کرے گی کیونکہ بعض اوقات ایک ہی قسط وصول کرنے کے بعد حادثہ پیش آ جاتا ہے اور اسے بیمہ کی رقم طالب بیمہ کو ادا کرنا پڑتی ہے اور بعض اوقات پوری اقساط وصول کر لیتی ہے، لیکن حادثہ پیش ہی نہیں آتا، اس طرح یہ معاملہ سراسر ایک ”اندھا سودا“ ہے۔ جس میں دھوکے کا پہلو نمایاں طور پر موجود ہے جس کی مزید وضاحت حسب ذیل ہے :

مالی معاملات میں دھوکہ چار طرح سے ہو سکتا ہے۔

1- خود کسی چیز کے وجود میں دھوکہ ہو، جیسا کہ گم شدہ اونٹ کی خرید و فروخت۔

2- کسی چیز کے حصول میں دھوکہ ہو، جیسے اڑتے ہوئے پرندوں کی خرید و فروخت۔

3- کسی چیز کی مقدار میں دھوکہ ہو، جیسا کہ پتھر پھینکنے کی جگہ تک زمین کی خرید و فروخت۔



4- مدت حصول میں دھوکہ، جیسا کہ حمل کے جنم تک قیمت ادا کرنا وغیرہ کاروبار بیمہ میں دھوکہ کی یہ چاروں اقسام پائی جاتی ہیں۔

کسی چیز کے وجود میں دھوکے کا پایا جانا، یہ دھوکہ کی شدید ترین قسم ہے یہی وجہ ہے کہ فقہانے صرف معدوم چیز کے معاوضہ پر ہی بطلان کا حکم نہیں لگایا بلکہ وہ اس کے حکم کے تحت ہر اس چیز کو شامل کرتے ہیں جس کے وجود اور عدم دونوں کا احتمال ہو، دھوکہ کی یہ قسم کاروبار بیمہ میں پوری طرح دیکھی جاسکتی ہے کیونکہ بیمہ کی جو رقم کمپنی کے ذمے ہوتی ہے اس کا وجود غیر یقینی ہے کیونکہ اس کا وجود حادثہ پر موقوف ہوتا ہے اور وہ خود غیر یقینی ہے۔

کسی چیز کے حصول میں دھوکہ پایا جانا اس کے معاوضہ کو باطل کر دیتا ہے، جیسا کہ دریا میں تیرتی ہوئی مچھلیوں کی قیمت ادا کرنا کیونکہ جو شخص ان کی قیمت ادا کرتا ہے وہ گویا ان کے حصول کو داؤ پر لگا رہا ہے وہ معاملہ کرتے وقت یہ نہیں جانتا کہ اس نے جس چیز کی قیمت ادا کی ہے وہ اسے حاصل بھی کرسکے گا یا نہیں، جبکہ اس نے معاوضہ صرف اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے ادا کیا ہے بیمہ کے کاروبار میں بھی یہ دھوکہ پایا جاتا ہے کیونکہ طالب بیمہ معاہدہ کرتے وقت یہ نہیں جانتا کہ آیا بیمہ کی جس رقم کے بدلے اس نے اقساط ادا کی ہیں وہ اسے حاصل کرسکے گا یا نہیں، کیونکہ اس کا حصول تو اس حادثہ پر موقوف ہے جس کا واقع ہونا یقینی نہیں ہے۔

معاوضہ کی مقدار کا دھوکہ بھی وجود اور حصول کی طرح معاوضہ کو باطل کر دیتا ہے، جیسا کہ مٹھی بند روپوں کے عوض کوئی چیز خریدنا شرعاً باطل ہے اس طرح نقصانات کے بیمہ میں طالب بیمہ کو معاہدہ کرتے وقت اس معاوضہ کی مقدار کا علم نہیں ہوتا جو بیمہ کمپنی حادثہ پیش آنے کی صورت میں ادا کرے گی اور اس طرح بیمہ کمپنی بھی معاہدہ طے ہوتے وقت اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ وہ طالب بیمہ سے جو کچھ حاصل کرے گی اس کی مقدار کیا ہوگی، کیونکہ بعض اوقات ایک ہی قسط وصول کرنے کے بعد حادثہ پیش آجاتا ہے جبکہ بعض اوقات تمام اقساط وصول کرنے کے باوجود حادثہ پیش نہیں آتا۔

معاوضے والے معاملات میں اگر مدت معلوم نہ ہو تو بھی معاملہ باطل ہو جاتا ہے، جیسا کہ حمل کی خرید و فروخت، اس لئے منع ہے کہ اس کی معیاد غیر متعین ہوتی ہے۔ اسی طرح تاحیات بیمہ پالیسی میں بیمہ کمپنی، بیمہ کی رقم طالب بیمہ کے مرنے کی صورت میں ادا کرنے کا عہد کرتی ہے، جبکہ یہ معیاد، یعنی اس کے مرنے کا وقت نامعلوم اور غیر متعین ہے۔

بیمہ کا معاملہ ”جوے“ پر مشتمل ہے۔

بیمہ کا کاروبار اس لئے بھی حرام اور ناجائز ہے کہ اس میں جو پایا جاتا ہے جو قرآن کریم کی نظر میں ایک شیطانی عمل ہے حصول زر کی ہر وہ شکل جو ہے جس میں اسے حاصل کرنے کا دارومدار محض اتفاق و سخت پر ہوا اور دوسرے یکساں حق رکھنے والوں کے مقابلہ میں ایک شخص کسی لائبریری، قرعہ اندازی یا محض کسی اور اتفاق کے نتیجے میں رقم کو حاصل کر لے۔ یہ تمام جوے کی اقسام ہیں جوے کی تعریف کاروبار بیمہ پر اس طرح صادق آتی ہے کہ جوے میں فریقین اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ دوسرے کو ایک مقررہ رقم کوئی حادثہ پیش آنے پر ادا کرے گا، کاروبار بیمہ میں بھی یہی ہوتا ہے کہ بعض اوقات طالب بیمہ ایک قسط ادا کرنے کے بعد مر جاتا ہے، تو اس کے نامزد کردہ وارث کو ادا کردہ رقم سے کئی گنا زیادہ رقم مل جاتی ہے اس کا اس طرح مرنا ہی ایک اتفاقی حادثہ ہے جو نامزد وارث کے لئے کثیر رقم ملنے کا باعث بنا ہے توڑی سی محنت کر کے اتفاقی طور پر بہت زیادہ رقم ہتھیالینا ”بیسر“ کہلاتا ہے۔ جس سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے۔ اس طرح طالب بیمہ اگر معینہ مدت سے پہلے اپنے عقد کو فسخ کرنا چاہے اور بقیہ اقساط کی ادائیگی روک لے تو اس صورت میں کمپنی جمع شدہ رقم کی مالک بن جاتی ہے۔ یہ بھی ”قمار“ کی ایک قسم ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

اس کاروبار میں سود کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔

طالب بیمہ جو رقم اقساط کی صورت میں کمپنی کو ادا کرتا ہے اگر حادثہ کے وقت اس کے مساوی رقم واپس ملے تو ایک طرف سے نقد ادائیگی اور دوسری طرف سے ادھار ہونے کی بنا پر یہ ادھار کا سود ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں ”ربا النسیئہ“ کہتے ہیں اور اگر وہ ادا کردہ رقم سے زیادہ ہے تو یہ اضافے کا سود ہے جسے ”ربا الفضل“ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زائد رقم اس کی ادا کردہ رقم کے عوض ملتی ہے سود یہی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کچھ رقم کسی دوسرے کو دیتا ہے، پھر ایک خاص مدت کے بعد اس رقم کے عوض وصول کرتا ہے۔ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تم توبہ کر لو تو صرف اپنی رقم کے حقدار ہو۔“ [البقرہ: ۲۷۹]



نیز معینہ مدت تک زندہ رہنے اور تمام اقساط ادا کرنے کی صورت میں طالب بیمہ مجموعی رقم سے زائد زر بیمہ لینے کا مستحق ہوتا ہے یہ اضافہ کے ساتھ خطیر رقم بحشت یا بالاقساط لے سکتا ہے۔ یہ سود کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

کاروبار بیمہ ضابطہ وراثت سے متصادم ہے۔

یہ کاروبار اس لئے بھی ناجائز ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ضابطہ وراثت مجروح ہوتا ہے کیونکہ مرنے کی صورت میں زر بیمہ کا مالک وہ نامزد شخص بن جاتا ہے جو طالب بیمہ نے اپنی زندگی میں مقرر کیا ہوتا ہے۔ باقی وراثت اس سے محروم ہوتے ہیں، حالانکہ اس کے ترکہ میں تمام شرعی وراثت شریک ہوتے ہیں۔ دور جدید میں فلمی اداکارہ کے حسن و جمال اور ایک معتقد اور گلوکارہ کی آواز کا بیمہ بھی ہوتا ہے، اس بیمہ نے ایسے نام نہاد مفادات کو جنم دیا ہے جنہیں شریعت سرے سے کوئی مفاد بھی تسلیم نہیں کرتی، اس طرح اس کاروبار میں ”التَّائُونَ عَلَى الْإِثْمِ وَالْقَدَّانِ“ بھی پایا جاتا ہے، لہذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ سوال میں اس پہلو کو بھی اٹھایا گیا ہے کہ کاروبار بیمہ میں جو رقم جمع ہوتی ہے، اسے کاروبار میں لگایا جاتا ہے، پھر اس کے منافع یا نقصانات کو سرمایہ لگانے والوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، یعنی یہ مضاربت کی ایک قسم ہے اس کاروبار کو مضاربت قرار دینا درج ذیل وجوہات کی بنا پر محل نظر ہے:

مضاربت کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ اس میں منافع کی شرح نسبت کی بنیاد پر ہو، مثلاً: ایک آدمی محنت کرتا ہے اور دوسرا رقم دیتا ہے تو اخراجات کے بعد جو منافع ہوگا وہ ایک خاص شرح کے مطابق تقسیم ہوگا۔ مثلاً: 50% محنت کرنے والا اور 50% رقم خرچ کرنے والا اور کوئی شرح مقرر کر لی جاتی ہے لیکن صرف رقم پر معین منافع عقد مضاربت کے لئے مفید قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ بیمہ زندگی میں ہوتا ہے، مثلاً: جمع شدہ رقم پر 10% نفع دیا جائے گا، اس لئے دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ باہمی النظر دونوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

اگر مضاربت میں نقصان ہو تو اس نقصان کو صرف سرمایہ لگانے والا برداشت کرتا ہے، مضاربت کی محنت تو ضائع ہوتی ہے، اس کے علاوہ مالی نقصان میں وہ شریک نہیں ہوتا جبکہ بیمہ کے کاروبار میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی، اس کاروبار میں سرمایہ کار کو ہر صورت منافع ہی ملتا ہے، نقصان کی صورت میں کمپنی ذمہ دار ہوتی ہے۔

مضاربت میں اگر سرمایہ کار فوت ہو جائے تو وراثت کو صرف اتنا ہی سرمایہ ملتا ہے جتنا اس نے بوقت عقد جمع کرایا تھا جبکہ بیمہ میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ بعض صورتوں میں وہ موت کے بعد بڑی رقم کا مالک بن جاتا ہے۔

مضاربت میں سرمایہ کار کو علم ہوتا ہے کہ میری رقم کس قسم کے کاروبار میں صرف ہو رہی ہے جبکہ بیمہ میں سرمایہ کار کو اس قسم کے معاملات سے بالکل لائق رکھا جاتا ہے۔

مضاربت میں اگر سرمایہ کار مر جائے تو اس کی رقم وراثت کو ملتی ہے جبکہ بیمہ کے کاروبار میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ موت کی صورت میں اس کا حقدار اس کا نامزد کردہ ہوتا ہے، شرعی وراثت اس کے حقدار نہیں ہوتے۔ اس میں قانون وراثت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ ہماری بیان کردہ وجوہات کی بنا پر بیمہ کا کاروبار مضاربت سے مشابہت نہیں رکھتا۔

بیمہ کی جائز صورتیں:

بیمہ عملی طور پر جن صورتوں پر مشتمل ہے، اس کی تین اقسام ہیں:

(۱) اجتماعی بیمہ: اسے حکومت یا اس کا نامزد کردہ کوئی ادارہ چلاتا ہے عام طور پر محنت مزدوری کرنے والوں کو اس میں شامل کیا جاتا ہے۔ مزدوری کرتے وقت جو حادثہ یا امراض لاحق ہوتے ہیں جن کی وجہ سے مزدور معذور ہو جاتے ہیں یا وہ بڑھاپے میں پہنچ کر ناکارہ ہو جاتے ہیں تو ان کا بیمہ کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے آجر، اجیر اور حکومت اپنا اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ کاروبار نہیں بلکہ ایک خدمت ہے جسے شریعت نے پسند کیا ہے اور ایسا کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(۲) باہمی بیمہ: یہ کاروبار امداد باہمی کی انجمنیں چلاتی ہیں جو ایسے ارکان سے مل کر تشکیل پاتی ہیں جنہیں ایک ہی طرح کے خطرات کا سامنا ہوتا ہے اگر کسی کو حادثہ پیش آجائے تو جمع

